مولانا اشہد رفیق ندوی

دینی مدارس......تحفظ وارتقاء کی چند تدابیر

ساری دنیا میں دینی مدارس کی تعلیم وتعلّم موضوع بحث ہے۔۱۱ستمبر۲۰۰۱ءکوامریکی عمارتوں پر حملے کے بعد سے ذرائع ابلاغ پر خاص طور پر یہ موضوع چھایا ہوا ہے۔امریکہ کی سراغ رساں ایجنسیاں اور یہود ذرائع ابلاغ دنیا کو یہ باور کرانے میں مصروف ہیں کہ دینی مدارس ہی دہشت گردی کا بنیادی سرچشمہ ہیں۔ان اداروں میں تعلیم وتعلّم کے جو ماخذ ہیں وہ مذہبی منافرت کوفروغ دینے میں اور یہاں کا نظام تربیت تنگ نظری،ہٹ دھرمی اور رجعت پسندی کومہمیز کرتا ہے۔مغربی حکمرانوں کی سیاسی بالادستی اور معاشی وتہذیبی دبدبہ کی وجہ سے دنیا کی بہت سی اقوام وتحریکات نے ان الزامات کومن وعن تسلیم کرلیا ہے۔حدتو یہ ہے کہ پاکستان اورترکی جیسے مسلم ممالک بھی دام فریب میں آگئے ہیں اور یہ ممالک بھی دینی مدارس میں دہشت گردانہ عناصر کی تلاش میں لگ گئے ہیں۔ہندوستان کی فسطائی قوتوں کواس صورتِ حال سے کافی فائدہ پہنچا۔راشٹریہ سویم سیوک سنگھ(آر۔ایس۔ایس)نے مذہبی بغض وعناد کی بنیاد پر اسلام اوراسلامی اداروں کے خلاف جوشوشے چھوڑے تھے،حسن اتفاق سے اسے عالمی سطح پر پذیرائی حاصل ہوگئی ہے۔چنانچہ موقع کوغنیمت جانتے ہوئے اس نے دینی مدارس کے خلاف ایک بار پھر پوری طرح کمر کس لی۔ان کے لیے اس سے زیادہ مناسب وقت کیا ہوسکتا تھا جبکہ رائے عامہ ان کے حق میں ہونے کے ساتھ ساتھ ملک کی زمام اقتدار بھی ان کے تربیت یافتہ افراد کے ہاتھ میں ہو۔چنانچہ انہوں نے چوطرفہ حملہ شروع کردیا۔ہندوستان کی انتہا پسند جماعتیں تنظیمی سطح پر دینی مدارس کے خلاف پروپیگنڈہ میں مصروف ہیں۔انہوں نے ساری توانائی فضا کومسموم کرنے میں لگادی ہے۔حکومتِ ہند کے لائق وفائق وزراء کا ایک گروپ انہیں ملکی سلامتی کے لیے خطرہ بتارہا ہے۔کئی ریاستی حکومتوں نے مدارس پر خصوصی نظر رکھنے کے لیے ٹاسک فورس قائم کردی ہے۔سرحدی علاقوں کی ضلعی انتظامیہ ارباب مدارس کا جینا دوبھر کیے ہوئے ہے۔متعدد مدارس کے طلبہ اور اہل کارسلاخوں کے پیچھے پہنچا دیئے گئے ہیں۔ہندوستان کے نمائندہ مدارس خاص ہدف ہیں اور اب ہرروز دارالعلوم دیوبند کی تالہ بندی کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔

ان الزامات اوراقدامات کا اگر حدیث پاک کی روشنی میں تجزیہ کیا جائے تو یہ''اسلام''کے خلاف''کفر''کا ایکہ معلوم ہوتا ہے۔اسلام کی روزافزوں مقبولیت اور بڑھتی ہوئی افرادی قوت سے سب گھبرارہے ہیں۔امریکہ بہادر''انا ربکم الاعلیٰ''کا اعلان کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ اسلام کو سمجھتا ہے۔اس نے نئے عالمی نظام (New World Order) کا جوخواب آنکھوں میں سجھا رکھا ہے،اب اس کی راہ میں صرف اور صرف اسلام ہی رکاوٹ بنا ہوا ہے۔اس لیے

اس نے عالم اسلام کو کمزور کرنے کے لیے ان سر چشموں کو ہی بند کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ جن سے اسلام کی آبیاری ہو رہی ہے۔ عالمی منظرنامے سے ہٹ کر اگر ہندوستان کے تناظر میں اس کے مقاصد تلاش کئے جائیں تو یہاں بھی مقصد میں پوری طرح ہم آہنگی نظر آئے گی۔ سنگھ پریوار نے ''ہندوتو'' کے پرچار کے لیے ۷۵ برس سے زیادہ کوششیں کرلیں، نہ تو اسے عوامی مقبولیت نصیب ہوسکی اور نہ ہی اقتدار کی کرسی قریب آتی دکھائی دی۔ تب انہوں نے نہایت باریک بینی اور عیاری کے ساتھ اپنے نظریہ وفکر کی راہ میں حائل عناصر کو تلاش کیا اور ان کو راہ سے ہٹانے کی تدابیر سوچیں۔ ان کا مذہب ،تہذیب اور ساجی معاملات بجائے خود اتنے گنجلک تھے کہ ان کی تبلیغ و اشاعت خود ان کی بنیادوں کو کمزور کئے دے رہے تھے۔ منووادی نظام کے مظالم سے تنگ آ کر دلتوں اور اچھوتوں کا ایک طبقہ برسرعام باغی ہو چکا تھا۔ اس لیے انہوں نے نہایت سوچی سمجھی سازش کے تحت اپنی تمام تر کاوشوں کا رخ دینی مدارس، دینی ادارے اور دینی تحریکات کی طرف پھیر دیا اور اب ان کا مطالبہ دینی مدارس کی مکمل تالہ بندی ہے اور اس سے کم کچھ بھی نہیں۔ دینی مدارس کو درپیش خطرات کی یہ تو محض ایک جھلک ہے جو اخبارات کی سرخیوں میں دکھائی دے رہی ہے، پس پردہ کیا کچھ ہو رہا ہوگا، اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

صورتِ حال کی سنگینی سے کسے انکار ہوسکتا ہے؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے تدارک کے لیے اب تک کیا اقدامات کئے گئے ہیں۔ ذرائع ابلاغ میں جن اقدامات کا تذکرہ آیا ہے، ان میں دیو بند، مونگیر اور دہلی جیسے چند مقامات پر عظیم الشان کانفرنسیں منعقد ہوئیں، جن میں زوردار تقریریں ہوئیں اور دینی مدارس کی ہر قیمت پر تحفظ کی یقین دہانی کرائی گئی۔ چند اخبارات ورسائل نے خصوصی نمبر اور ضمیمے شائع کئے۔ کچھ اہل قلم نے اپنے قیمتی فکر و خیال کو قلم بند کیا اور انفرادی طور پر اخبارات ورسائل میں شائع کرا کے اپنا فرض ادا کیا۔ بڑی مسلم جماعتوں اور تحریکوں نے قراردادیں منظور کیں لیکن یہ سب کاوشیں عام طور سے مسلمانوں کے درمیان ہوئیں اور اردو زبان میں ہوئی ہیں۔ ظاہر ہے مسئلہ کی سنگینی کے لحاظ سے محض اتنی کوششیں کافی نہیں ہیں۔ ایک طرف حکومت کی طاقت ہے، ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد پر مشتمل مسموم و مشتعل ذہن ہے، زبردست قوت والا گمراہ کن میڈیا ہے اور دوسری طرف چند تقاریر، چند مقالات، چند قراردادیں، ڈھیر ساری دعائیں اور بس۔ ہماری ان دفاعی کوششوں کی حیثیت جاں بلب مریض کے لیے آکسیجن سے زیادہ نہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ آکسیجن فراہم کر کے ہم جان بچانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ ایک بیدار مغز اور ماہر ڈاکٹر کی طرح مرض کی مکمل تشخیص کی جائے اور اس کا اس طرح علاج کیا جائے جیسا کہ مرض کا تقاضا ہے۔ زندہ قومیں حالات اور تاریخ دونوں سے سبق سیکھتی ہیں۔ بزدلی، پژمردگی اور فکری پستی قوموں کی ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔

پاسباں آنکھیں ملے، انگڑائی لے آواز دے
اتنے عرصے میں تو اپنا کام کر جاتی ہے آگ

اس لیے فوری طور پر پوری قوم کو خواب غفلت سے بیدار ہونے کی ضرورت ہے۔خطرات کے رخ کو بھانپنے کی ضرورت ہے اور مومنانہ عزیمت وفراست کو کام میں لاکر ایک طویل المیعاد منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔نہایت مسرت کا مقام ہے کہ جمعیت العلماء ہند نے اس ضرورت کا ادراک کیا ہے۔ملت اسلامیہ کے تمام سربرآوردہ لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کردیا ہے۔آج کی تاریخ ان شاء اللہ ملتِ اسلامیہ ہندیہ کے لیے سنگ میل ثابت ہوگی۔اس عظیم الشان اجلاس کے موقع پر ملت کے ارباب بصیرت کے سامنے چند تجاویز پیش خدمت ہیں۔یہ چند سنجیدہ ذہنوں کی سوچ ہے۔شاید اس موقع پر کچھ کام آجائیں۔

ایک دفاعی بورڈ کا قیام

اس وقت کفر متحد ہے اور ملتِ اسلامیہ ریزہ ریزہ ہے۔ساری اسلامی دشمن قوتیں دینی مدارس کے خلاف متحد ہیں اور صبح وشام توحید کی تعلیم دینے والے ادارے اپنے جزوی اختلافات کی وجہ سے بالکل منتشر ہیں اور الگ الگ دفاع میں لگی ہوئی ہیں۔اتحاد کی قوت سے اچھی طرح واقف ہونے کے باوجود اتحاد کی لذت سے ناآشنا ہیں۔اس وقت سب سے پہلی اور سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ملکی سطح پر ایک مضبوط وفاق تشکیل دیا جائے جو دینی مدارس کے تعلق سے تمام امور کی نگرانی ورہنمائی کرے۔یہ دفاعی نظام آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے طرز پر ہو جس میں ملت اسلامیہ کے ہر طبقہ، ہر جماعت، ہر مسلک اور ہر فکر وفن کے لوگوں کی مناسب نمائندگی ہو اور سب لوگ مل بیٹھ کر ایک قلیل المیعاد اور ایک طویل المیعاد منصوبہ بندی کریں اور فہم وفراست کے ساتھ آنے والے طوفان کا مقابلہ کرنے کی تیاری کریں۔

دستاویزی تیاری

ہمارا یہ وفاقی نظام سب سے پہلے ایک جامع ومبسوط دستاویز تیار کرے جس میں مدارس کے خلاف تمام الزامات کا احاطہ کیا گیا ہو پھر ان کا حقائق کی روشنی میں مدلل ومسکت جواب تیار کیا جائے۔حیرت ناک بات یہ ہے کہ دشمن نے بہت پہلے سے دستاویزی تیاری کرلی ہے۔اس نے دینی مدارس کے خلاف غیر معمولی ذخیرہ جمع کرلیا ہے، کبھی اسے مدارس کے نصاب میں بنیاد پرستی، فرقہ واریت اور غیر مسلم اقوام سے بغض ونفرت کی بومحسوس ہوتی ہے تو کبھی وہ نظام تربیت کو دہشت گردانہ تربیت سے تعبیر کرتے ہیں، کبھی نظام مالیات پر پٹرول کا سایہ نظر آتا ہے تو کبھی بلند وبالا عمارتوں کی بُرجیں ان کی آنکھوں میں چبھنے لگتی ہیں۔حد تو یہ ہے کہ ''حی علی الفلاح'' (آؤ کامیابی کی طرف) جیسی مفید وموثر پکار بھی ان کے کانوں کو گراں گزرتی ہے۔گویا مختلف پہلوؤں پر انہوں نے کافی مواد جمع کرلیا ہے اور جب جیسی ضرورت پڑتی ہے اسے استعمال میں لاتے ہیں۔اس وقت اس بات کی بڑی شدید ضرورت ہے کہ ملتِ اسلامیہ کی طرف سے بھی اسی طرح ہر محاذ پر زبردست دستاویزی تیاری ہو۔ہر اعتراض کا تجزیہ اور جواب تیار ہو۔

الحمدللہ دینی مدارس کی تاریخ بہت تابناک ہے۔جنگِ آزادی سے لے کر آج تک ہر محاذ پر مدارس کے ہر ایک کارنامے نے ملک کی شان وعظمت میں اضافہ کیا ہے۔ان کا تعلیمی نظام ونصاب ملکی قوانین کے عین مطابق ہے۔حکومت کی وزارت خزانہ کو کسی طرح گراں بار کئے بغیر ہر سال لاکھوں طلبہ کو علم وفن سے مالا مال کر رہے ہیں۔دہشت گردی کا مدارس پر الزام ہے مگر دنیا میں جتنے نام ور دہشت گرد ہیں ان میں مدرسہ کا فارغ و پروردہ ایک بھی نہیں ہے۔قومی یکجہتی اور ملکی سلامتی کو چیلنج کرنے والے حکومت کی نگاہ میں جو ہسٹری شیٹر ہیں ان میں بھی کوئی فارغِ مدرسہ نہ ہوگا۔مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ تمام تر پارسائی کے باوجود اپنی پارسائی کے ثبوت میں ہمارے پاس کوئی دستاویز نہیں ہے۔چور کوتوال کو ڈانٹ رہا ہے اور کوتوال شرمسار ہورہا ہے، یہاں شرمساری کی ضرورت نہیں بلکہ دلائل کی روشنی میں اپنا وزن محسوس کروانے کی ضرورت ہے۔اس لیے سب سے پہلے دستاویزی محاذ پر مضبوط ہونے کی ضرورت ہے۔دستاویز کی جنگ دستاویز کے ذریعہ ہی جیتی جاسکتی ہے، محض تقاریر اور تردیدی بیانات سے ہماری پارسائی ہرگز ثابت نہ ہوسکے گی۔

رابطہ مہم

امت مسلمہ پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ وہ ملت کے خول میں سکڑ کر رہ گئی ہے۔ہمارے روابط آپس میں بھی کافی کمزور ہیں اور غیر مسلم اقوام سے نہیں کے برابر ہیں۔شدت سے اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ بااثر افراد پر مشتمل ایک ایسا گروپ تشکیل دیا جائے جو ملک کے دانشور طبقہ (Inteligentia) سے اپنا رابطہ مضبوط کرے اور زوردار انداز میں ان کے سامنے اپنا موقف رکھے اور انہیں اپنا ہم نوا بنائے۔

ہماری یہ رابطہ مہم انفرادی ملاقاتوں اور خصوصی نشستوں سے لے کر عوامی پروگراموں تک محیط ہوسکتی ہے۔اس مہم کے ذریعہ قومی اقلیتی کمیشن، حقوق انسانی کمیشن اور سیکولر سیاسی قائدین کا دروازہ بھی کھٹکھٹایا جاسکتا ہے اور ان کے فرائض منصبی کو یاد دلایا جاسکتا ہے۔اگر ہم ان کے اذہان کو مسخر کرنے میں کامیاب ہوگئے تو اس جنگ کو کافی تقویت مل سکتی ہے۔عوامی زندگی کے ان موثر اداروں کو چھوڑ کر تن تنہا اس جنگ کو جیتنا آسان نہ ہوگا۔یہ پلیٹ فارم ان حضرات سے براہ راست رابطہ قائم کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے جو ہمارے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔انہیں ڈائیلاگ کی دعوت دی جائے۔قریب سے ان کے اعتراضات واحساسات کو سنا جائے،انہیں حقائق سے آگاہ کر کے ان کے اذہان کو صاف کرنے/مسخر کرنے کی کوشش کی جائے۔

ہمارا یہ گروپ براہِ راست وزارتِ داخلہ اور وزارت فروغ انسانی وسائل سے بھی دو بدو ہوسکتا ہے کیونکہ یہ شکوک وشبہات انہی کے پیدا کردہ ہیں۔ہائی کلاس کے افسران بالعموم معاملات میں سنجیدہ ہوتے ہیں۔مخالف گروپ کے دلائل کو بھی غور سے سنتے ہیں۔ان افسران سے براہِ راست خدشات کے اسباب معلوم کئے جاسکتے ہیں اور ان کے ازالہ کی

کوشش کی جاسکتی ہے۔اس سے اگر ہم ان کے اذہان کو مسخر کرنے میں بالکلیہ کامیاب نہ ہوں تب بھی اس کی زہرناکی بہرحال کم کی جاسکتی ہے۔

میڈیا واچ سیل

دینی مدارس کے خلاف پروپیگنڈا کرنے اور عوام کے ذہنوں کو مسموم کرنے میں سب سے اہم کردار ذرائع ابلاغ کا ہے۔ذرائع ابلاغ کو مثبت مواد مشکل سے ہی مل پاتا ہے جبکہ منفی مواد کی ان کے پاس بھرمار ہے۔وقت کی ایک اہم ضرورت یہ بھی ہے کہ ذرائع ابلاغ پر نظر رکھنے اور ان کا تعاون کرنے کے لیے ایک سیل قائم کیا جائے جو اس محاذ کو مضبوطی کے ساتھ سنبھالے اور اخبارات ،رسائل ،ریڈیو، ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ پر جو مواد آرہا ہے اس کا بروقت تجزیہ کرے۔اگر مواد تعمیری اور مثبت ہو تو اس کی تشہیر کرے اور اگر منفی ہو تو فوراً اس کا نوٹس لے اور دلائل کے ذریعے اس کی تردید کرے۔اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ذرائع ابلاغ زمانہ کی سب سے مؤثر قوت ہیں۔آج کل ساری جنگیں اسی محاذ پر لڑی جارہی ہیں، جن کے پاس قدرت ہے وہ اپنی غلط بات کو بھی منوانے میں کامیاب ہورہے ہیں۔

یہ بات صحیح ہے کہ مسلمانوں کے پاس اپنا کوئی مؤثر ذریعۂ ابلاغ نہیں ہے۔اس وجہ سے بھی بسا اوقات ہمارے مسائل دب کر رہ جاتے ہیں اور ہمارے خلاف پروپیگنڈا کو بہت جلد مقبولیت حاصل ہوجاتی ہے۔مگر سانحہ گجرات کے بعد ساری دنیا کے ذرائع ابلاغ نے مظلوموں کی فریاد جس مؤثر انداز میں عوام تک پہنچادی ہے اور عراق کے خلاف امریکہ کے جارحانہ عزائم کا جتنا اچھا کوریج مل رہا ہے اگر ہمارا اپنا ذریعۂ ابلاغ بھی ہوتا تو شاید اتنا مؤثر ابلاغ نہ کرپاتے۔اس لیے ذرائع ابلاغ سے وابستہ تمام افراد کو اپنا دشمن سمجھنے کے بجائے، ان سے رابطہ مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ان کے ساتھ تعاون کی ضرورت ہے۔اور ان کے منہ میں اپنی زبان ڈال کر بات کرنے کی ضرورت ہے۔ان شاءاللہ اس محاذ پر بھی زبردست کامیابی ملنے کی توقع ہے۔

قانونی چارہ جوئی

دینی مدارس کے خلاف جو واویلا مچایا جارہا ہے، یہ آزادی اظہارِ خیال کا بے جا استعمال ہے۔اس کا نوٹس لینے کی سخت ضرورت ہے کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ماہرین قانون سے اس سلسلے میں مشاورت کی جائے کہ جو لوگ دینی مدارس کی تاریخ اور عظیم الشان کارناموں کو مسخ کررہے ہیں اور ملک وملت کے تئیں ہماری جو تعمیری خدمات ہیں ان کو مشکوک بنارہے ہیں، ان کے خلاف عدالت عالیہ میں رٹ پٹیشن داخل کی جائے۔ملک کی روز افزوں بگڑتی ہوئی اخلاقی صورت حال کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ عدالت عظمیٰ کے معاملات اب بھی بسا غنیمت ہیں۔کئی معاملات میں امتِ مسلمہ کو یہاں سے راحت مل چکی ہے۔اس لیے اس اہم جمہوری ستون کا سہارا لینے پر بھی غور کیا جاسکتا ہے۔

ویب سائٹ کا قیام

موجودہ زمانہ کا سب سے زیادہ مؤثر اور سستا ذریعہ ابلاغ انٹرنیٹ ہے۔لمحے میں دنیا بھر کے کسی گوشے سے معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں اور بھیجی جاسکتی ہیں۔امتِ مسلمہ کی وسائل کی کمیابی کو دیکھتے ہوئے اس ذریعہ کا سہارا لینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔اگر دینی مدارس کے متعلق ایک مرکزی ویب سائٹ قائم کر دیا جائے جس میں تمام مدارس کا تعارف، نصاب تعلیم، اہم کارنامے وسوالات کے جوابات کا اہتمام کیا جائے تو ایک بڑی ضرورت کی تکمیل ہو جائے گی۔

دعوتی پہلو کو نمایاں کیا جائے

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دینی مدارس کے قیام کا ایک بڑا مقصد تحفظ دین اور دعوتِ دین ہے۔دعوت کا پہلو ہمارے نظام میں دبا دبا سا ہے اور اگر کبھی فعال ہوتا ہے تو عام طور سے اس کا مخاطب مسلمان ہوتا ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ دعوتِ اسلام کا دروازہ ہر خاص و عام کے لیے کھول دیا جائے اور اسلام کے شیریں پیغام سے سب کو سرشار کیا جائے۔شعبۂ دعوت کے متحرک ہونے سے اسلام کی پرامن تعلیمات، صحیح تصورات زندگی، احترام انسانیت اور اسلام کا نظام اخلاقیات سب کے سامنے آئے گا جو بلاشبہ بہت پرکشش اور دلوں کو جیتنے والا ہے۔دینی مدارس کے اہم ثقافتی پروگرام، سالانہ جلسوں، کھیل کود کے مقابلے اور یوم جمہوریہ اور یوم آزادی کے پروگراموں میں خاص طور سے سرکاری اہل کاروں کو مدعو کیا جائے تاکہ وہ مدارس کی بارونق فضا، نظم وضبط اور طلبہ کی صلاحیتوں کو غور سے دیکھیں اور اپنے مسموم ذہنوں کو صاف کر سکیں۔جن مدارس نے اس کا تجربہ کیا ہے ان کے یہاں مثبت اور خوشگوار نتائج سامنے آئے ہیں۔

مدارس کے نظام ونصاب کا تنقیدی جائزہ

دینی مدارس کے نظام ونصاب پر بھی غور وفکر کی ضرورت ہے۔زندہ قومیں اپنے نظام تعلیم کو چست ودرست رکھنے کے لیے حالات وضروریات کے لحاظ سے برابر تبدیلیاں کرتی رہتی ہیں۔اس بات پر گہرے غور وفکر کی ضرورت ہے کہ آیا ہمارے مدارس کا نظام ونصاب زمانہ کی ضروریات سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔اگر نہیں تو اس میں بھی مثبت تبدیلیوں کی طرف قدم بڑھایا جاسکتا ہے۔یہ تبدیلیاں مدارس اپنے معیار میں اضافہ کرنے کے لیے کریں گے تو اس سے قوم کو فائدہ پہنچے گا اور کوئی اسے دشمنوں کے سامنے پسپائی پر ہرگز محمول نہیں کرے گا۔

(مطبوعہ: ماہنامہ ''دارالعلوم''۔دیوبند انڈیا۔جون ۲۰۰۳ء)

☆......☆......☆